NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur

Vol.2, Issue 02, July to December. 2024,
Page No. 161- 171

ترقی پسند تعلیمی نظام کی تشکیل میں تعلیماتِ نبوی ﷺ کا کردار

The Role of Prophetic (peace be upon him) Teachings in the Formation of a Progressive Education System

Mr. Muhammad Zaka Ullah
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, University of Okara
Email#iamzakaullah@gmail.com
Dr. Muhammad Haroon
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Sargodha
muhammad.haroon@uos.edu.pk

Abstract

Islam emphasizes the relationship between knowledge and the responsibility of scholars to provide reliable and transparent information. Numerous verses in the Quran and the teachings of Prophet Muhammad (peace be upon him) highlight these elements and form the basis of Islamic education philosophy. This philosophy aims to balance the secular and uhrawi aspects and create a holistic existence that guides the individual towards excellence. From an Islamic perspective, education is a religious responsibility and the foundation of human life that enables an individual to achieve success by following an organized system. The teachings of Prophet Muhammad (peace be upon him) provide scholars with comprehensive guidelines to develop human capital that can meet the challenges of the future.By incorporating these teachings into the educational framework, Islamic principles play a key role in refining the scope of education. The conceptual and qualitative approach emphasizes the need for a systematic and sustainable educational philosophy rooted in the teachings of the Prophet (peace be upon him). This will ensure the development of advanced human capital that benefits society while remaining faithful to Islamic values.

Keywords: Islamic education philosophy, Knowledge, Scholars, Reliable information, Quran, Secular and ukhrawi balance, Excellence, Religious responsibility, Human capital, Systematic education, Sustainable philosophy, Societal benefit.

ARTICLE INFO
Article History:
Received:
24-12- 2024
Revised:
25-12- 2024
Accepted:
26-12- 2024
Online:
28-12- 2024

CC BY

I. موضوع کا تعارف

اسلام نے علم کو زندگی اور جہالت کو موت سے تعبیر کیا ہے۔ یہ موت جسم و جان کی نہیں بلکہ فکر اور روح کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا۔"[1]

"بھلا وہ شخص جو مُردہ (یعنی ایمان سے محروم) تھا پھر ہم نے اسے (ہدایت کی بدولت) زندہ کیا اور ہم نے اس کے لیے (ایمان و معرفت کا) نور پیدا فرمادیا اب وہ اس کے ذریعے بقیہ لوگوں میں بھی روشنی پھیلانے کے لیے چلتا ہے اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کا حال یہ ہو کہ وہ جہالت اور گمراہی کے اندھیروں میں اس طرح گھرا پڑا ہے کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتا۔"

اسلام جہالت کے خلاف ایک مستقل جدوجہد کی تعلیم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام علم و شعور، ترقی اور سائنس کی راہ میں کبھی رکاوٹ نہیں رہا ہے۔ یہ انسان کی ذہنی و فکری سرگرمیوں کی اس درجہ قدر کرتا ہے کہ اسی علم و شعور کے سبب انسان کو فرشتوں سے بھی ارفع و اعلیٰ درجے پر رکھتا ہے۔ صنف و جنس سے قطع نظر ہر انسان پر علم کا حصول فرض قرار دیتا ہے۔ انسان کو "اشرف المخلوقات" یا "تمام تخلیقات میں سب سے بہتر" کہنے کی وجہ بھی علم ہی ہے۔ اس علم سے صرف مذہبی تعلیم ہی مراد نہیں بلکہ کائنات کے مظاہر قدرت، دنیا اور اس کے مختلف اجزاء اور شعبوں سے متعلق علم بھی شامل ہے۔

علم کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ:

"العِلْمُ عِلْمانِ: عِلْمُ الأَدْيانِ وَعِلْمُ الأَبْدانِ۔"[2]

"علم دو طرح کا ہوتا ہے: دین سے متعلق علم اور جسم سے متعلق علم۔"

اسلامی تہذیب میں تعلیم صرف مذہب تک ہی محدود نہیں ہے۔ کیوں کہ مذکورہ لفظ "ابدان" عربی زبان میں جسم کے لیے استعمال ہوتا ہے جو جمع پر دلالت کرتا ہے اور ذہنِ انسانی کو سائنس کی طرف راغب کرتا ہے۔ مزید یہ کہ خود مذہب بھی ایک انتہائی وسیع معنی میں استعمال ہونے والا لفظ ہے۔ دینِ اسلام نماز اور دیگر عبادات کے ساتھ انسان کے تمام انفرادی و ملی معاملات اور معاشرتی پہلوؤں کا مکمل احاطہ کرتا ہے۔ یوں امام شافعی سے منسوب مذکورہ بالا حوالہ انسانیت کو ایمانیات، معاشرتی و طبعی علوم اور دیگر تمام اقسام کے نفع بخش علوم حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے بشرطیکہ وہ وحی الٰہی کے تابع ہوں۔

اسلام میں مذہب اور سائنس اپنے الگ الگ راستوں پر نہیں ہیں بلکہ درحقیقت اسلام نے سائنس کے لیے اہم ترغیب اور تحریک فراہم کی ہے۔ تعلیم کی اہمیت کا اندازہ یوں بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو بھی تعلیم کے لیے دعا کی ترغیب فرمائی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا"[3]

"اور آپ (رب کے حضور) عرض کیا کریں کہ اے میرے رب! مجھے علم میں اور بڑھا دے۔"

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے "علماً" کا لفظ ارشاد فرمایا ہے جو کہ نکرہ ہے اور اس کے معنی عمومی علم کے ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ صرف مذہب کے ساتھ ہر طرح کے علم میں اضافے کی دعا اور اس کی ترغیب فرمایا کرتے تھے۔

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اسلام کا نظامِ تعلیم سب سے پہلے انسانی روح کو نفسانی خواہشوں کی غلامی اور مادّیت

پرستی کی آلائشوں سے پاک کرتا ہے تاکہ بندہ رضائے الٰہی کے مطابق اپنی زندگی گزار سکے۔ روح کی پاکیزگی کا آئینہ انسانی اخلاق ہیں کیونکہ باطن کی حالت کا اندازہ ظاہری اعمال سے لگایا جاسکتا ہے۔ اس لیے اسلامی نصابِ تعلیم میں حُسنِ اخلاق پر بہت زور دیا گیا ہے۔ دراصل نظامِ اخلاق ہی ہر فرد اور سماج کی عملی زندگی کی کامیابی یا ناکامی کا معیار ہے۔ اسلامی نصابِ تعلیم انسان کی اخلاقی زندگی کی تعمیر کرتا ہے اور اسے اس قابل بناتا ہے کہ وہ عملی زندگی میں معاشرے کا ایک مفید بااخلاق اور معزز فرد کہلا سکے۔ تاریخ انسانی اس امر کی شاہد ہے کہ انسانی وضع کردہ نصابی معیارات ضروریاتِ زمانہ کے ساتھ بدلتے رہے ہیں پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ انسانی وضع کردہ نصابی ضابطوں سے تمام انسانی طبقات متفق ہوں۔ اسلام نے ایک جامع نصاب تعلیم دے کر عالم انسان کا ایک بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ اسلامی نصابِ تعلیم رضائے الٰہی کو مقصود بناکر اخلاق کے لیے ایک ایسا بلند معیار فراہم کرتا ہے جس کی وجہ سے اخلاقی ارتقاء کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں نیز خوفِ خدا کے ذریعے اخلاق کو ایسی قوتِ عمل حاصل ہوتی ہے جو خارجی دباؤ کے باوجود انسان سے اس کی پابندی کراتی ہے۔

2. اسلامی تعلیم کا نظام

جب حضرت محمد ﷺ مکّہ مکّرمہ میں تھے اس وقت آپ ﷺ نے بذاتِ خود ہجرت سے قبل یثرب میں حضرت مصعب بن عمیر کو بطور معلم بناکر بھیجا تھا۔ ہجرت کے فوراً بعد آپ ﷺ نے دفاعی اور احتیاطی تدابیر میں بے حد مشغولیت کے باوجود مدینہ سے ناخواندگی ختم کرنے کے امور کی نگرانی کے لیے وقت نکالا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت سعید ابن العاص کو پڑھنے اور لکھنے کی تعلیم دینے کے لیے مقرر فرمایا جو خوشخطی و کتابت میں شہرت رکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو اس معاملہ میں اتنی دلچسپی تھی کہ ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد جب بدر میں فتح ہوئی اور اہلِ مکّہ کے متعدد افراد قیدی بنالیے گئے تو آپ ﷺ نے ان میں سے جو خواندہ تھے ان سے فرمایا کہ ان میں سے ہر ایک فرد مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے تو اسے آزاد کر دیا جائے گا۔

2.1 اولین مدرسہ صفہ

حضرت محمد ﷺ نے صفّہ نامی تعلیمی ادارہ قائم کیا جو درحقیقت ایک مکان کا متعلقہ حصہ تھا اور مدینہ منوّرہ میں مسجد نبوی سے منسلک ایک احاطہ تھا۔34 یہ نوواردوں اوران مقامی لوگوں کی رہائش کے لیے مختص کیا گیا تھا جو مسکین ونادار ہونے کے سبب اپنے ذاتی گھر کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ یہ ایک باقاعدہ رہائشی درس گاہ تھی جہاں پڑھنا، لکھنا، اسلامی قانون، قرآن مجید حفظ کرنا، تجوید (قرآن کو صحیح طور پر تلاوت کرنے کا طریقہ) اور دیگر متعلقہ اسلامی علوم پیغمبرِ اکرم ﷺ کی براہ راست نگرانی میں سکھائے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے یہاں مقیم افراد کی روزمرہ کی ضروریات پوری کرنے کے سلسلے میں دشواری کا بھی سامنا کیا۔ ان ضروریات میں کھانے پینے اور رہائش سمیت روزمرہ کی دیگر ضروریات شامل تھیں۔35 طلبا فارغ اوقات میں کام کرکے گزر بسر کے لیے کوئی ذریعۂ روزگار بھی تلاش کر لیتے تھے۔

صفہ کی اس درس گاہ نے نہ صرف یہاں مقیم طلبا کو تعلیم فراہم کی بلکہ صرف دن ہی دن میں تعلیم حاصل کرکے گھر لوٹ جانے والے (Day Scholars) اور غیر رسمی طور پر آنے والے طلبا کی ایک بڑی تعداد بھی اس کے ثمرات سے مستفید ہوئی۔ صفہ کی درسگاہ میں مقیم طلبا کی تعداد وقتاً فوقتاً مختلف ہوتی رہی اور ایک ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک وقت میں صفہ میں 70 کے قریب طلبا رہائش پذیر تھے۔36 جو اس وقت علاقے اور اس زمانے کی صورتحال اور نوزائیدہ مسلم ریاست کے حالات کے مطابق ایک بڑی تعداد تھی۔ مقامی آبادی کے علاوہ دور دراز قبائل کے طلبا کے گروہ وہاں آتے، کچھ عرصہ قیام کرتے، اپنا درسی نصاب مکمل کرتے اور اپنے وطن لوٹ جاتے تھے۔ اکثر اوقات حضور اکرم ﷺ اپنے کچھ تربیت یافتہ ساتھیوں سے کہتے کہ وہ ان قبائلی وفود کے ساتھ سفر کرکے ان کے علاقوں میں جائیں، وہاں تعلیم کے نظام کو منظم

NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur

Vol.2, Issue 02, July to December. 2024,
Page No. 161- 171

کریں اور اپنا کام مکمل کرنے کے بعد مدینہ واپس لوٹ کر آئیں۔

مختلف قبائل اور علاقوں کی طرف اساتذہ کی روانگی پوری مدنی زندگی میں حضور اکرم ﷺ کی تعلیمی پالیسی کا حصہ رہا۔ اس سلسلے میں بیئر معونہ کے واقعے کی مثال بھی بہت اہم ہے جہاں آپ ﷺ نے اپنے 70 بہترین اساتذۂ قرآن کو روانہ فرمایا تھا۔ اتنی بڑی تعداد کو بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ انہیں ایک وسیع و عریض خطے اور ایک بہت بڑے قبیلے کو تعلیم دینے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ طلبا کی جماعتوں اور گروہوں کی آمد بھی اکثر ہوتی رہتی تھی۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ذاتی طور پر صفہ کی درس گاہ اور وہاں کے قیام وطعام اور دیگر ضروریات کی فراہمی میں دلچسپی لی جہاں عموماً مقامی اور غیر مقامی طلبا مقیم رہتے تھے۔

صفہ مدینہ منوّرہ کی واحد درس گاہ نہیں تھی بلکہ نہ صرف تمام مساجد میں درس گاہیں موجود تھیں بلکہ صحابۂ کرام نجی طور پر بھی تعلیم دیتے تھے۔ رحمتِ دو عالم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں مدینہ منوّرہ کی کم از کم 9 مساجد کا تذکرہ کتب تاریخ و سیرت میں محفوظ ہے جن میں سے ہر ایک عبادت گاہ کے ساتھ ساتھ درس گاہ بھی تھی۔ مقامی لوگ اپنے بچوں کو بغرضِ تعلیم و تربیت ان مقامی مساجد میں بھیجا کرتے تھے۔ قبا، مدینہ سے زیادہ دور نہیں تھا جہاں حضرت محمد ﷺ بعض اوقات ذاتی طور پر تشریف لے جاتے اور درس گاہ کی نگرانی فرماتے تھے۔ انہوں نے لوگوں کو اپنے ہمسایوں سے سیکھنے کی بھی ہدایت فرمائی۔

آپ ﷺ ذاتی طور پر بھی درس دیا کرتے تھے اور بہت سے مشہور صحابۂ کرام باقاعدگی سے ان اسباق میں شریک ہوتے اور قرآن مجید اور آپ ﷺ کی تعلیمات سیکھتے تھے۔ کبھی کبھی آپ ﷺ اپنی مسجد میں مطالعاتی دائروں کا معائنہ بھی فرماتے تھے اور اگر وہ کوئی غلطی پاتے تو فوراً ہی اسے درست کرنے کے اقدامات فرماتے تھے۔ 37 معلمِ انسانیت حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے جن طریقوں سے تعلیم فرمائی ان میں سے کچھ طریقے ذیل میں دیئے گئے ہیں:

2.2 آموزش بذریعۂ سبق

آج کے دور کی جدید درسگاہوں میں درس و تدریس اور تعلیم و تعلّم کے سلسلے میں جن قواعد، قوانین، اصول و ضوابط، نفسیاتی اصولوں اور حکمتِ عملیوں کی پیروی کی جاتی ہے ان سب کی اساس انسانیت کے سب سے بڑے ماہر تعلیم، معلم انسانیت حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور دینِ اسلام کی تعلیم، تبلیغ اور ترویج واشاعت کے دوران اختیار کیے گئے منہاج رسالت ﷺ میں موجود ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، پھر ایک شخص داخل ہوا، پس اس نے نماز پڑھی، پھر نبی ﷺ کو سلام کیا، پس آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: لوٹ جاؤ، پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، سو وہ لوٹ گیا، پھر اس نے اس طرح نماز پڑھی جس طرح پہلے نماز پڑھی تھی پھر نبی ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: لوٹ جاؤ، پس نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، یہ تین مرتبہ ہوا، پھر اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اس سے بہتر طریقہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا، سو آپ مجھے تعلیم دیجیے، پس آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو، پس اللہ اکبر کہو، پھر تم جتنا قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو اتنا قرآن پڑھو، پھر تم رکوع کرو حتی کہ تم اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے سر اٹھاؤ حتی کہ تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر تم سجدہ کرو حتی کہ تم اطمینان سے سجدہ کرو، پھر تم سجدہ سے سر اٹھاؤ حتی کہ تم اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اپنی پوری نماز میں اسی طرح کرو۔[4]

2.3 آموزش بطریقۂ سوالات

حضرت محمد ﷺ ایسے سوالات بھی صحابۂ کرام کے سامنے رکھ دیتے تھے جن کے جوابات وہ خود فراہم نہیں کرتے تھے تاکہ وہ

اپنے صحابہ کے علم اور ذہانت کی جانچ کر سکیں۔

حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک درختوں میں سے ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور بے شک وہ مسلمان کی مثل ہے (پس مجھے بتاؤ) وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کا ذہن جنگل کے درختوں میں چلا گیا، حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن مجھے (بتانے سے) حیاء آئی پھر صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! (ہمیں بتایئے) وہ کونسا درخت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔[5]

2.4 طلباء میں مساوات کا اصول

پوری دنیا کے کلاس رومز میں اساتذہ کا ایک عام معمول ہے کہ وہ پڑھائی میں اچھے طلبہ کو کمزور طلبا سے الگ کر دیتے ہیں۔ کمزور طلبا کو کند ذہن جبکہ تھوڑے ہوشیار طلبہ کو ذہین قرار دے دیا جاتا ہے۔ کمزور طلبا کو کم مشکل درجے کی کلاسوں کو تفویض کر دیا جاتا ہے جہاں ذہنی صلاحیتوں کی پرورش اور نشو نما کے لیے کچھ نہیں کیا جاتا جبکہ ہوشیار طلبہ کو ذہنی صلاحیتوں اور کارکردگی کو نکھارنے کا ہر موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ تاہم آپ ﷺ نے ذہانت کی سطح، معاشرتی حیثیت یا کسی اور ایسی درجہ بندی کی بنیاد پر طلبا میں فرق نہیں فرمایا جو معاشرے میں تفریق پیدا کرنے کا باعث ہو۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی کو دین اسلام سے خارج یا بے دخل کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ایک ایسا پیغام پہنچایا جو پوری انسانیت کا احاطہ کرتا ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان غنی جیسے صاحبِ ثروت صحابہ بھی اسی مجلس میں موجود ہوتے جہاں حضرت ابوہریرہ اور حضرت بلال بیٹھتے تھے جو نبیٔ رحمت ﷺ کی مجلس میں برابری و مساوات کی واضح علامت ہے۔ آپ ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں ذات پات، نظریہ و مسلک، مالی و سماجی حیثیت اور ذہنی و علمی سطح کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا تھا۔

2.5 آموزش بذریعۂ تعریف وستائش

آموزش کے عمل میں دلچسپی پیدا کرنے کا سب سے پُر اثر طریقہ جدید طریقۂ تعلیم میں بھی یہی ہے کہ طلبا کے مثبت اقدام کو سراہا جائے اور انہیں انعام واکرام اور داد و تحسین سے نوازا جائے۔ عموماً زیادہ تر لوگ یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے اور اُن سے الفت کا برتاؤ کیا جائے۔ آموزش کے عمل میں لوگ اساتذہ کی تعریف اور منظوری سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ جو کر رہے ہیں اس میں سے کیا ٹھیک اور کیا غلط ہے اور ان کی کارکردگی کا معیار کیا ہے۔ آپ ﷺ نے بھی اچھے افعال کی نہ صرف حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ انعام سے بھی نوازا تاکہ لوگوں کو اچھے اور پسندیدہ کام کرنے کی زیادہ ترغیب مل سکے۔ ابن عباس روایت کرتے ہیں:

ایک دن میں نے ایک برتن میں پانی تیار کیا تاکہ نبی اکرم ﷺ وضو کر سکیں۔ جب آپ ﷺ نے برتن کو دیکھا تو پوچھا کہ اسے کس نے تیار کیا ہے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ میں نے اسے تیار کیا ہے تو میرے لیے دعا کی اے اللہ! اس کے دینی فہم اور سمجھ بوجھ میں برکت عطا فرما۔[6]

2.6 استعاروں اور تشبیہات کے ساتھ تفہیم

طلباء کو استعارات اور تمثیلات کے ذریعے جامع انداز سے موضوع اور اس کی امثلہ کی تفہیم کرا دینا ایک اچھا طریقۂ تدریس ہے۔ استعارہ یا تخیل کی مدد سے دی گئی معلومات ذہن کے لیے مزید قابل دید ہو جاتی ہیں اور انہیں زیادہ دیر تک ذہن نشین رکھا جا سکتا ہے۔ اسی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے تمثیل و استعارہ کے ذریعے نماز کی اہمیت کو اجاگر کیا:

تم کیا کہو گے اگر کسی آدمی کے گھر کے سامنے کوئی ندی ہوتی اور وہ دن میں پانچ بار اس میں نہاتا، تو کیا وہ گندہ ہی رہتا؟ وہاں موجود لوگوں نے جواب دیا، نہیں، اس آدمی پر کوئی گندگی باقی نہیں رہے گی۔ اس پر حضرت محمد ﷺ نے فرمایا، یہی معاملہ روزانہ کی پانچ نمازوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے گناہوں کو پاک کرتا ہے۔[7]

2.7 عملی مظاہرے اور مشق کے ساتھ آموزش

درس و تدریس کا ایک نہایت موثر طریقہ عمل کے ذریعہ تعلیم دینا ہے۔ لوگوں کو جو کچھ عملی طور پر سکھایا جاتا ہے وہ اسے نہیں بھولتے۔ آپ ﷺ بھی عملی طور پر صحابہ کرام کو کثیر اعمال سکھایا کرتے تھے جیسا کہ سنن ابی داؤد کی روایت میں مذکور ہے کہ

> آپ ﷺ نے ایک لڑکے کو دیکھا جو ذبح کرنے کے بعد بھیڑ کی کھال اتار رہا تھا تب آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: آؤ میں تمہیں سکھاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بھیڑ کی کھال اور گوشت کے درمیان رکھا اور اسے اتارنا شروع کیا یہاں تک کے بھیڑ کی بغل تک پہنچ گئے تب آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح کھال اتارو جوان![8]

اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن میں آپ ﷺ نے اپنے ارد گرد موجود افراد کو عملی مثالوں کے ذریعے تعلیم دی۔ مثلاً؛ نماز پڑھنے اور وضو وغیرہ کی تعلیم عملی مثالوں کے ذریعے ہی دی گئی۔ اسی طرح آپ ﷺ اپنے تربیت یافتہ پیروکاروں کو بھی ہدایت فرماتے تھے کہ وہ عملی مظاہرہ کر کے دوسروں کی رہنمائی کریں۔

2.8 اشکال اور خاکوں کے ذریعہ آموزش

آپ ﷺ نے تعلیم دینے کے لیے مختلف فنی طریقۂ کار کا استعمال بھی کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک مربع خط بنایا اور اس کے درمیان میں ایک خط بنایا جو مربع سے خارج تھا اور اس مربع کے وسط میں چھوٹے چھوٹے خطوط بنائے مربع کی جانب سے وسط میں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ اس کی اجل (موت) اس کا احاطہ کرنے والی ہے یا فرمایا: اس کا احاطہ کر چکی ہے اور یہ خط جو اس مربع سے خارج ہے یہ اس کی امید ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے اعراض (دنیاوی مشکلات) ہیں اگر وہ مشکل سے نکل جائے تو دوسری مشکل اس کو ڈس لیتی ہے اور اگر وہ اس سے نکل جائے تو یہ مشکل اس کو ڈس لیتی ہے۔[9]

3. ماہر اور قابل ترین لوگوں کی تقرری

آپ ﷺ کا عمومی طریقہ تھا کہ آپ ﷺ ذہین و فطین اشخاص کو ہی تبلیغ دین کی خدمت سر انجام دینے کے لیے مامور فرمایا کرتے تھے۔ ان افراد میں عموماً کسی علاقے، قبیلے یا قصبے کے سربراہ شامل ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ حصولِ علم اور سرکاری درس گاہوں کے امتحانات میں کامیابی کے لیے ایک دوسرے سے مسابقت کرنے لگے۔ یہ کوششیں نہایت ثمر آور ثابت ہوئیں اور خواندگی اتنی تیزی سے پھیل گئی کہ ہجرت کے کچھ عرصے کے بعد ہی قرآن مجید میں ہر سودے کے متعلق تحریری دستاویزات تیار کرنے کا استحبابی حکم دیا گیا جن میں کم سے کم دو افراد کی تصدیق لازمی تھی، چاہے وہ معاملہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

اس حکم کا نفاذ مسلم ریاست کے باشندوں میں خواندگی کے بڑے پھیلاؤ کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ وحی کی کتابت، سیاسی معاہدات اور ریاستی خط و کتابت، فوج کے اندراج، مستقل نمائندگی خاص طور پر مکّہ میں، صوبوں اور ریاستوں میں رونما ہونے والے واقعات سے مرکزی حکومت کو آگاہ کرنے کے لیے، مردم شماری کے لیے اور اس طرح کی بہت سے امور کا براہِ راست تعلق لکھنے پڑھنے اور خواندگی کی وسیع پیمانے پر توسیع سے تھا۔ تاریخ میں حضور اکرم ﷺ کے 200 سے زیادہ خطوط کا تذکرہ موجود ہے تاہم اب تک بہت سے خطوط ضائع بھی ہو چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے عرب میں سب سے پہلے مُہر متعارف کرائی۔ ان مہروں کے آسانی سے پڑھے جانے کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کاغذ کو لپیٹنے سے پہلے اس کی سیاہی کو دھول کے استعمال سے خشک کرو تاکہ تم حرف "س" کے تین منحنی شوشوں کو مٹانہ دو اور اس کے ساتھ ساتھ تحریر پر قلم کا ایک بھی اضافی نشان یا نقطہ بھی نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس سے دورانِ تحریر کاتب کی لاپرواہی اور کاہلی ظاہر ہوتی ہے۔ اچھا یہ ہے کہ تحریر کے وقفوں کے دوران کان پر قلم ڈال لینا چاہیے کیونکہ یہ لکھوانے والے کے لیے زیادہ یاد دہانی ہے۔

حضور ﷺ قرآن مجید سیکھنے والوں کو کسی ایسے شخص کے پاس جانے کی ترغیب دلاتے تھے جو اس میں مہارت رکھتا ہو۔ اسی طرح ریاضی اور دیگر مضامین کے سیکھنے والوں کے لیے بھی یہی طریقۂ کار تھا کہ انہیں بھی اپنے اپنے شعبوں کے ماہرین کے پاس تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی جاتی تھی۔ متعدد روایات میں اساتذہ کو کسی بھی قسم کا معاوضہ قبول کرنے سے منع کیا گیا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ استاد کو انعام واکرام یا تحائف دینے کا سلسلہ عہدِ قدیم سے رائج تھا۔ حضرت عبادہ بن الصامت کا بیان ہے کہ انہوں نے صفہ کی درسگاہ میں قرآن اور فن تحریر کی تعلیم دی اور شاگردوں میں سے ایک نے انہیں کمان پیش کی۔ تاہم حضرت محمد ﷺ نے انہیں طلبا کے تحفے قبول نہ کرنے کا حکم دیا۔

ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے حضور ﷺ کو غیر ملکی زبان جاننے والوں کی خدمات کی ضرورت تھی۔ اس حوالے سے حضرت زید بن ثابت نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ نبی اکرم ﷺ کے مرکزی کاتب، فارسی، یونانی، ایتھوپیائی اور ارمائک سیکھنے کے لیے مشہور تھے اور حضرت محمد ﷺ کے حکم پر آپ نے کچھ ہفتوں میں عبرانی رسم الخط بھی سیکھ لیا تھا۔ آپ ہی نے حضورِ اکرم ﷺ کی طرف سے یہود کو خطوط لکھے اور ان کی طرف سے موصول ہونے والے خطوط نبیٔ رحمت ﷺ کو پڑھ کر بھی سنائے۔

4. نصاب

اسلام کے اوائل میں نصاب کے بجائے اساتذہ ہی بنیادی عنصر تھے مگر بعد میں قرآن و حدیث کو بحیثیت نصاب بھی پڑھایا جانے لگا۔ قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ کے علاوہ پیغمبر اسلام ﷺ نے نیزہ بازی، تیر اندازی، تیراکی، قرآنی تناسب میں وراثت کی تقسیم، ریاضیات کے مضامین، فلکیات، علم النسب اور تلاوتِ قرآن کے لیے عملی صوتیات کی تعلیم بھی فرمائی۔ اسلامی نظام تعلیم میں استاد کے اعلیٰ مرتبے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی جاتی تھی۔

مکّہ کے باشندے عرب زبان کو خالص رکھنے اور بچوں کی اچھی صحت کے لیے صحرائی زندگی پر بہت زور دیتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ شہری زندگی برائیوں اور آلائشوں سے پُر ہے لہٰذا دیہات میں بچوں کی نشوونما اچھی ہوگی۔ چنانچہ وہ اپنے نومولود بچوں کو کئی سال کے لیے ملک کے اندرونی حصے میں مختلف قبائل کے پاس بھیج دیتے تھے۔ آپ ﷺ خود بھی اس مفید تربیت سے گزرے تھے اور اپنی بعد کی زندگی میں اسے یاد بھی رکھا تھا۔ چونکہ مکّہ کے باشندوں کا بنیادی پیشہ تجارت تھا اس لیے وہاں قافلوں کے رہنماؤں اور قائدین کے پاس نوجوانوں کو تجارت کی تربیت کے لیے چھوڑا جاتا تھا۔

ان ابتدائی دنوں میں بھی بچوں اور بڑوں کی تعلیم کے درمیان کچھ فرق موجود تھا۔ بچوں پر تیر اندازی اور تیراکی سیکھنا لازمی تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سات سال کے لڑکوں کو یہ سکھانا چاہیئے کہ نماز کس طرح ادا کی جاتی ہے اور دس سال کی عمر میں پہنچ کر بھی بچہ اس کو نظر انداز کرے تو انہیں نماز کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے۔

5. لڑکیوں کی تعلیم

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ اسلام نے لڑکے اور لڑکیوں کے لیے تعلیم حاصل کرنا لازمی قرار دے دیا تھا۔[10]

تاہم لڑکیوں کو الگ سے تعلیم دی جاتی تھی۔ حضرت محمد ﷺ نے الگ سے ایک خاص دن مقرر کیا ہوا تھا جب وہ خواتین کو خصوصی طور پر

درس دیتے اور ان کے سوالات کے جوابات دیتے تھے۔[11]

سُوت کاتنے کو آپ ﷺ نے عورتوں کا خاص پیشہ قرار دیا تھا۔ یعنی خواتین کے لیے اس وقت اور بعد کے ادوار میں تکنیکی تعلیم (Technical Education) کی کوئی ممانعت نہ تھی بلکہ ایسی خواتین جو بوجوہ معاشی خود کفالت کے لیے کوئی ہنر یا فن سیکھنا چاہے۔ اسلامی ریاست کو اس کی بھرپور سرپرستی کر کے اسے اپنے قدموں پر کھڑے ہونے میں مدد دینی چاہیئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص سے اپنی بیویوں میں سے کسی ایک بیوی کو لکھنے کا فن سکھانے کا کہا۔ یعنی آج کے دور میں کمپوزنگ، ڈیزائننگ سمیت وہ تمام علوم و فنون کا حصول جو خواتین کے لیے علمی و عملی طور پر فائدہ کا باعث ہو، اس کی بھرپور اجازت تھی۔

حضرت عائشہ کو ادب، شاعری اور طب کے علاوہ اسلامی فقہ اور دیگر مذہبی علوم میں اتنی مہارت تھی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آپ نے نصف انسانی علوم میں مہارت حاصل کر لی ہے۔ یعنی آج اگر کوئی خاتون صحافی، ڈاکٹر، شاعرہ، اور قانون دان بننا چاہے تو اسلام کے معاشرتی نظم و ضبط کا خیال رکھتے ہوئے وہ تمام شعبے اختیار کر سکتی ہے۔ البتہ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ ہر پڑھی لکھی مسلمان عورت کو قرآن پڑھنے اور کسی حد تک اس کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ شریعت کے حلت و حرمت کے احکام سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے، کیونکہ مسلمان عورت صرف ڈاکٹر نہیں ہوتی بلکہ وہ مسلمان ڈاکٹر ہوتی ہے، اسی طرح وہ مسلمان صحافی، مسلمان شاعرہ، مسلمان ادیبہ اور مسلمان قانون دان ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات کو خصوصی طور پر یہ حکم بھی دیا تھا کہ وہ دیگر خواتین کو تعلیم دیں تاکہ معاشرے کی تمام خواتین تعلیم یافتہ ہو جائیں۔

6. غلاموں کی تعلیم

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس میں غلاموں کو تعلیم فراہم کرنا ضروری ہے اور انہیں آزاد کرنا ایک نیکی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " ثلاثة لهم أجران: منهم رجل كانت عنده أمة فأدبها فأحسن تأديبها، وعلمها فأحسن تعليمها، ثم أعتقها فتزوجها فله أجران."[12]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین (قسم کے) لوگوں کے لیے دو اجر ہیں ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس کے پاس ایک باندی تھی، اس نے اس کو ادب سکھایا تو اچھا ادب سکھایا اور اس کو تعلیم دی تو اچھی تعلیم دی پھر اس کو آزاد کر دیا پھر اس سے نکاح کر لیا تو اس کو دو اجر ملیں گے۔"

اس حدیث میں تعلیم کے حوالے سے اسلام کے بنیادی نظریہ کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ ہر فرد کو تعلیم دی جائے چاہے وہ غلام ہی کیوں نہ ہو نیز دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہ لوگوں کو غلامی کے خاتمے کے لیے بغیر کوئی قیمت لیے یا کوئی اور فائدہ اٹھائے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔

7. دور دراز لوگوں تک بلا معاوضہ تعلیم کی فراہمی

آہستہ آہستہ مسلم ریاست جو شروع میں صرف مدینہ شہر کے ایک حصے پر مشتمل تھی، بڑھ کر جزیرہ عرب کے وسیع رقبہ تک پھیل گئی۔ نہ صرف خانہ بدوش قبائل بلکہ مستقل قصبوں اور شہروں کے باشندوں نے بڑی تعداد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسلامی عقیدے کو قبول کرنے کی وجہ سے وسیع پیمانے پر تعلیمی خدمات کی ضرورت تھی کیونکہ آپ ﷺ اور بعد میں خلفائے راشدین کے زمانے میں مسلمانوں کے زیرِ اثر علاقہ دس لاکھ مربع میل تک پھیل گیا تھا۔ اس لیے اساتذہ کو مدینہ منوّرہ سے اہم مراکز میں بھیجا جاتا تھا اور صوبائی گورنروں کو مقامی

درس گاہوں کی تنظیم اور کنٹرول کا ذمہ دار بنایا گیا تھا تاکہ وہ صحابہ کرام کو احسن طریقے سے میدان تعلیم میں اتار کر زیادہ سے زیادہ لوگوں تک علم دین اور اسلام کی تعلیمات پہنچا سکیں۔

تاریخی ریکارڈ میں وہ فرائض محفوظ ہیں جو حضرت عمرو بن حزم کو یمن کے گورنر کی حیثیت سے تفویض کیے گئے تھے۔ ان میں مسلم علوم، قرآن وحدیث اور فقہی علم کے پھیلاؤ کے لیے واضح ہدایات تھیں۔ روزانہ وضو، ہفتہ وار غسل، اجتماعی عبادات، سالانہ روزہ اور کعبہ کی زیارت کے بارے میں تعلیم دینا بھی گورنر کی ذمہ داریوں میں شامل تھا جسے وہ بحسن وخوبی سرانجام دینے کا پابند تھا۔ صوبائی تعلیم کے معیار کو بڑھانے کے لیے حضور اکرم ﷺ نے یمن میں تعلیم کا ایک انسپکٹر جنرل مقرر فرمایا تھا جو مختلف اضلاع اور صوبوں کا دورہ کرتا اور اسکولوں اور دیگر تعلیمی اداروں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔52 اس طرح تعلیم کو دور دراز تک پھیلایا گیا اور کارکردگی کی بھی کڑی نگرانی کی گئی۔

قرآن جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اس میں اندھی تقلید کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ قرآن غور وخوض کرنے اور ذاتی تفتیش پر زور دیتا ہے۔ دنیا کی کسی اور مذہبی کتاب نے قدرتی مظاہر، سورج، چاند، مدوجزر، ڈھلتی ہوئی شب، طلوع ہوتے ہوئے دن، چمکتے ہوئے ستاروں، اور پودوں اور جانوروں کی زندگی کے مطالعہ پر اتنا زور نہیں دیا جتنا قرآن نے دیا ہے اور نہ ہی ان سب کو قدرت کے قوانین کی شہادت اور خالق کی طاقت کے طور پر پیش کیا ہے۔ قرآن کے مطابق علم لامتناہی ہے اور پوری کائنات انسان کے تابع کر دی گئی ہے جو اس دنیا میں اللہ کا نمائندہ ہے۔

حدیث میں بھی حصول علم کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اور علما کو انسانوں میں سے بہترین اور یہاں تک کہ انبیاء کا وارث اور جانشین بھی قرار دیا ہے۔ لہٰذا اسلامی ریاست میں تعلیم کا اصل مقصد انسان کو اپنی ذات کی حقیقی ترقی کے لیے اپنے اندر نظم وضبط پیدا کرنا ہے۔ اس تناظر میں اسے اللہ کی مرضی کے تابع ہونے کے خدائی احکام کو قبول کرنا ہے اور نظم وضبط کو اختیار کرنا ہے۔ یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب اس میں عاجزی وانکساری رچی ہوئی ہو۔ اسلامی تہذیب میں طالب علم کو اپنی پوری صلاحیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سچ اور جھوٹ، اچھے اور برے اور صحیح وغلط کے درمیان فرق کرنے کے لیے تربیت دی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی روحانی وسائل اور ترغیبات بھی فراہم کیے جاتے ہیں جن کے ذریعے وہ ان مقاصد کے حصول کے لیے محنت کرتا ہے جن کی بدولت نچلے درجے کی خواہشات (جنہیں حیوانی محرکات خوشنما بنا کر پیش کرتے ہیں) کی تسکین کے بجائے اطاعت الٰہی کا عنصر غالب آتا ہے۔

اسلامی تہذیب میں تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسے ہر فرد کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے جبکہ دیگر تہذیبوں میں تعلیم کو صرف صاحبِ ثروت لوگوں کی ایک آسائش بنا دیا گیا تھا۔ یہ صرف ان لوگوں کے لیے دستیاب تھی جو اس کو خریدنے کی استطاعت رکھتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ اسلامی نظام میں تعلیم صرف ایک مخصوص علاقے تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ اسے دور دور تک پھیلایا گیا تاکہ پوری انسانیت اس سے مستفید ہو سکے۔ اسلامی تعلیمی نظام کی وجہ سے جن علاقوں میں تعلیم کم تھی یا ناپید تھی وہ علاقے بھی علم کے مراکز بن گئے تھے۔ اس تہذیب میں امیر، غریب، خواتین اور غلاموں سب کے لیے ایک ہی معیارِ تعلیم دیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے ریاست مدینہ نے بہت تیزی سے ترقی کی۔ اس سے غربت، جرائم اور دیگر معاشرتی برائیوں کا خاتمہ ہوا۔ مزید یہ کہ اسلامی تہذیب کی مستقل حوصلہ افزائی ہی تھی کہ سائنس اور دیگر شعبوں میں زبردست کامیابیاں حاصل کی گئیں جن کے ثمرات سے پوری انسانیت بہرہ مند ہوئی تھیں اور آج بھی ہو رہی ہیں۔

سب سے منفرد بات جو اسلامی تہذیب کے نظام تعلیم میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی طریقۂ تعلیم آج بھی اتنا ہی کارگر اور مفید ہے جتنا کہ آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے تھا اور جو بھی جدید تھیوریز آج تعلیمی میدان میں پیش کی جا رہی ہیں ان کی اصل اور بنیاد ہمیں رسول اللہ ﷺ کے طریقۂ تعلیم اور اسلامی نظامِ تعلیم میں واضح نظر آتی ہیں جو اسلام اور حضور ﷺ کی نبوت کی ابدیت اور دائمیت کا بیّن ثبوت ہے۔

Vol.2, Issue 02, July to December. 2024,
Page No. 161- 171

کیونکہ جدید انگریزی نام رکھنے سے درس و تدریس کے اصول نہیں بدل سکتے اور اسلامی تہذیب نے انسانیت کو اساس اور بنیاد فراہم کی ہے جو قیامت تک معلم اور متعلم دونوں کے لیے کافی وشافی ہے۔

8. خلاصۃ البحث

اسلام نے علم کا جو تصور دیا ہے اس میں تعلیم اور تربیت دونوں کو یکساں اہمیت دی گئی ہے کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے نظامِ تعلیم میں علم اور سیرت سازی ایک ہی حقیقت کے دو پہلو رہے ہیں اور اس کا اظہار علم و فضل کی اصطلاح سے بھی ہوتا ہے جو علم، نیکی اور اخلاقِ حسنہ میں بڑھے ہوئے ہونے کے مفہوم کو ادا کرتی ہے۔ تعلیم صرف تدریس عام ہی کا نام نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ایک قوم خود آگہی حاصل کرتی ہے۔ اور یہ عمل اس قوم کو تشکیل دینے والے افراد کے احساس و شعور کو نکھارنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ نئی نسل کی وہ تعلیم و تربیت ہے جو اسے زندگی گزارنے کے طریقوں کا شعور دیتی ہے اور اس میں زندگی کے مقاصد و فرائض کا احساس پیدا کرتی ہے۔ تعلیم ہی سے ایک قوم اپنے ثقافتی اور ذہنی ورثے کو آئندہ نسلوں تک پہنچاتی ہے اور ان میں زندگی کے ان مقاصد سے لگاؤ پیدا کرتی ہے جنھیں اس نے اختیار کیا ہے۔ ہر دور کے ممتاز ماہرینِ تعلیم کے نظریات کا مطالعہ اِسی تصوّرِ تعلیم کا پتہ دیتا ہے۔ جان اسٹورٹ مل مغرب کے ان مشاہیر میں سے ہے جنھوں نے تعلیم اور تربیت کے باہمی لزوم کی نشاندہی کی ہے۔ وہ لکھتا ہے": اپنے وسیع تر مفہوم میں تعلیم کی حدود بہت زیادہ ہیں۔ انسانی کردار اور صلاحیت پر پڑنے والی ان چیزوں کے بالواسطہ اثرات بھی اِس کے دائرۂ کار میں شامل ہیں جن کے فوری مقاصد بالکل ہی دوسرے ہوتے ہیں۔"[13]

جان ملٹن کے مطابق "میرے نزدیک مکمل اور شریفانہ تعلیم وہ ہے جو انسان کو بحالتِ جنگ و امن اپنی اجتماعی و نجی زندگی کے فرائض دیانت ومہارت اور عظمت کے ساتھ ادا کرنے کے لئے تیار کرتی ہے۔"[14] امریکی فلاسفر جان ڈیوی کے نزدیک "تعلیم افراد اور فطرت سے متعلق بنیادی طور پر عقلی اور جذباتی رویوں کے تشکیل پانے کا عمل ہے۔ "[15] ڈاکٹر پارک کا خیال ہے کہ "تعلیم رہنمائی یا مطالعہ سے علم حاصل کرنے اور عادات اختیار کرنے کا عمل یا فن ہے۔"[16] پس تعلیم وہ مسلسل عمل ہے جس کے ذریعے نئی نسلوں کی اخلاقی، ذہنی اور جسمانی نشوونما بھی ہوتی ہے اور وہ اپنے عقائد و تصورات اور تہذیب و ثقافت کی اقدار بھی اِس سے اخذ کرتی ہیں۔ وسیع تر مفہوم میں یہ ان تمام طبعی و حیاتیاتی، اخلاقی و سماجی اثرات کا احاطہ کرتا ہے جو فرد اور قوم کے طرزِ زندگی کی تشکیل کرتے ہیں اور محدود معنی میں یہ صرف ان اثرات پر حاوی ہے جو اساتذہ کے ذریعے اسکولوں، کالجوں اور دوسری درس گاہوں میں مرتب ہوئے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک قوم کی زندگی کا انحصار ہی اس کی تعلیم پر ہے۔ ایک چینی کہاوت اس بات کی کتنی صحیح عکاسی کرتی ہے": تمہارا منصوبہ اگر سال بھر کے لئے ہے تو فصل کاشت کرو۔ دس سال کے لئے ہے تو درخت اگاؤ، دائمی ہے تو افراد پیدا کرو۔" قرآنِ عزیز میں رسول اللہ ﷺ کو تلاوتِ آیات اور تعلیمِ کتاب و حکمت، کے ذریعے تزکیۂ نفوس کا جو مشن تفویض ہوا ہے اس سے تعلیم وتربیت کا باہمی ربط و تعلق بخوبی واضح ہوتا ہے۔

نتائج بحث

زیر بحث مضمون سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

1. اسلام میں تعلیم حصول تعلیم کو مرد و عورت کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے۔
2. آزموش کو انسانی فطری اور نفسیاتی طریقوں سے جوڑا گیا ہے تا کہ ہر کوئی آموزش کے عمل سے بخوشی گزر سکے۔
3. تعلیم اتنا ضروری عمل ہے کہ اس میں عورت اور غلام کی بھی کوئی تخصیص نہیں رکھی گئی۔
4. تعلیم وتربیت کے عمل کے ذریعے معاشرے کے لوگوں کو تبدیل کرنے کی تہذیبی و اخلاقی عملی کاوش تعلیم کہلائی۔

NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur

Vol.2, Issue 02, July to December. 2024,
Page No. 161- 171

1۔القرآن،122:6

Al-Quran, 6:122

2۔عبدالحسین مبارک بن عبدالجبار الطیوری، الطیوریات، مطبوعۃ: مکتبہ اضواء السلف، الریاض، السعودیۃ، لیس التاریخ موجوداً، ج-3ص:1164

Abd al-Hussein Mubarak bin Abdul Jabbar al-Tayuri, al-Tayuriyat, Maktaba Azwa al-Salaf, Riyadh, al-Saudia, v.3, p. 1164.

3۔القرآن،114:20

Al-Quran, 20: 114

4۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، حدیث:757، مطبوعۃ: دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، السعودیۃ،1999م، ص:122۔123

Abu Abdullah Muhammad bin Ismail Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Hadith: 757, Published: Dar al-Salaam for Distribution and Distribution, Riyadh, Al-Saudia, 1999, pp. 122-123

5۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، حدیث:61، مطبوعۃ: دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، السعودیۃ،1999م، ص:14

Abu Abdullah Muhammad bin Ismail al-Bukhari, Sahih al-Bukhari, Hadith: 61, published by: Dar al-Salam for publication and distribution, Riyadh, Saudi Arabia, 1999, p. 14

6۔ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ القزوینی، سنن ابن ماجۃ، حدیث:166، مطبوعۃ: دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، السعودیۃ،2009م، ص:31

Abu Abdullah Muhammad bin Yazid Ibn Majah Al-Qazwini, Sunan Ibn Majah, Hadith: 166, Published: Dar al-Salam for Publishing and Distribution, Riyadh, Saudi Arabia, 2009, p: 31

7۔ مسلم بن الحجاج النیسابوری، صحیح المسلم، حدیث:1522، مطبوعۃ: دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، السعودیۃ،2000م، ص:270

Muslim Ibn Al-Hajjaj Al-Nisaburi, Sahih Muslim, Hadith: 1522, Published: Dar al-Salam for Publishing and Distribution, Riyadh, Saudi Arabia, 2000, p. 270

8۔ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی داؤد، حدیث:185، مطبوعۃ: دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، السعودیۃ،2009م، ص:48

Abu Dawood Sulaiman bin Al-Asha'th Al-Sajistani, Sunan Abi Dawood, Hadith: 185, published by: Dar al-Salam for publication and distribution, Riyadh, Saudi Arabia, 2009, p. 48.

9۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، حدیث:6417، مطبوعۃ: دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، السعودیۃ،1999م، ص:114

Abu Abdullah Muhammad bin Ismail al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Hadith: 6417, Published: Dar al-Salam for Publishing and Distribution, Riyadh, Al-Saudia, 1999, p. 114

10۔ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ القزوینی، سنن ابن ماجۃ، حدیث:224، مطبوعۃ: دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، السعودیۃ،2009م، ص:42

Abu Abdullah Muhammad bin Yazid Ibn Majah Al-Qazwini, Sunan Ibn Majah, Hadith: 224, Published: Dar al-Salam for Publishing and Distribution, Riyadh, Saudi Arabia, 2009, p. 42

11۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، حدیث:101، مطبوعۃ: دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، السعودیۃ،1999م، ص:23

Abu Abdullah Muhammad bin Ismail Al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Hadith: 101, Published: Dar al-Salam for Publishing and Distribution, Riyadh, Al-Saudia, 1999, p. 23

12۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، حدیث:97، مطبوعۃ: دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، السعودیۃ،1999م، ص:22

Abu Abdullah Muhammad bin Ismail al-Bukhari, Sahih Al-Bukhari, Hadith: 97, Published: Dar al-Salam for Publishing and Distribution, Riyadh, Al-Saudia, 1999, p. 22

13۔ شبلی نعمانی، الکلام، ص165

Shibli Nomani, Al-Kalam, p. 165

14 Every Man's Library, P.46. by Milton, John

15 Dewey John, Democracy and Education quoted by Hoghes, A.g. and Hughe, E.4, Education, some educational problem, long man's London, 1960, P81.

16 Park Dr. Joe, Introduction, New York, 1958. P.3.